اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:97)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ہر انسان کی خواہش:۔

اللہ رب العزت قرآن عظیم الشان میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل:97) کوئی بھی نیک اعمال کرے، مرد ہو یا عورت ہو، اور وہ ایمان والا ہو ہم ضرور بالضرور اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ پاکیزہ زندگی ملنے کی خوشخبری مل رہی ہے۔ دنیا کا ہر انسان چاہتا ہے کہ مجھے پاکیزہ زندگی ملے۔ یہ آیت مبارکہ اس راز سے پردہ اٹھا رہی ہے کہ اے کلمہ پڑھنے والو! اگر تم نیک اعمال کو اپنا لو، زندگی کو نیکی پر لے آؤ، تو اس کے بدلے میں اللہ رب العزت تمہیں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

اعمال کے اثرات:

اللہ رب العزت نے اعمال کے اندر طاقت رکھی ہے۔ اعمال کے اندر اثرات رکھے ہیں۔ ہر عمل کے کچھ نتائج اور ثمرات ہوتے ہیں جو انسان کو ملتے ہیں۔

نماز اور فلاح:

چنانچہ جو انسان اچھے طریقے سے نماز پڑھے، اس کے لیے کامیابی کا وعدہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المؤمنون:1-2) تحقیق فلاح پا گئے وہ ایمان والے جو خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کوادا کرتے ہیں۔

فلاح کہتے ہیں ایسی کامیابی کو جس کے بعد ناکامی نہ ہو۔ اللہ رب العزت کے ہاں ایسی عزت کہ جس کے بعد ذلت نہ ہو۔ اور یہ اچھی نماز پڑھنے پر اللہ رب العزت بندے کو عطا فرما دیتے ہیں۔

ذکر اور اطمینانِ قلب:

ذکر کرنے پر اللہ کی طرف سے اطمینان قلب ملنے کا وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28) جان لو! اللہ کی یاد کے ساتھ دلوں کا اطمینان وابستہ ہے۔

نہ دنیا سے ، نہ دولت سے ، نہ گھر آباد کرنے سے
تسلّی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

تو اللہ کی یاد سے انسان کے دل کو اطمینان ملتا ہے، سکون ملتا ہے، یہ اللہ رب العزت نے وعدہ فرمایا ہے۔

روزہ اور تقویٰ:

روزہ رکھنے پر انسان کو تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور تقویٰ ملنے پر اللہ کی طرف سے بندے کے لیے برکتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ روزے کو فرض کرنے کا جو مقصد بتایا گیا وہ ہے تقوی ہے، فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:183) تاکہ تم متقی ہو جاؤ

اور اس تقویٰ کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

(الاعراف:96)

اگر یہ بستیوں دیسوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ کو اختیار کرتے تو ہم آسمان اور زمین سے ان کے لئے برکتوں کے دروازوں کو کھول دیتے۔

ہر بندے کے دل کی تمنا ہے کہ برکتیں نصیب ہوں، میری صحت میں برکت، وقت میں برکت، رزق میں برکت، اولاد میں برکت، دین میں برکت، میرے کاموں میں برکت تو ہم ہر چیز میں اللہ کی طرف سے برکتیں چاہتے ہیں۔ اگر تقوی بھری زندگی اختیار کریں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم تمھارے اوپر برکتوں کے دروازوں کو کھول دیں گے۔

حج اور اور مغفرت:

حج کرنے پر انسان کے لئے مغفرت اور وسعت رزق کے وعدے۔ چنانچہ حدیث پاک میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بین الحج و العمرة فانهما ینفعان فقره و الذنوب

تم حج اور عمرہ بار بار کرو اس لئے کہ بار بار حج اور عمرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو تنگدستی اور گناہوں سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ تو مغفرت بھی ملی اور رزق بھی بندے کا بڑھ گیا۔

اعمال کی طاقت کا یقین:

اعمال کے اندر طاقت اور اثرات ہیں، یہ خدائی وعدہ ہے، جیسے مادی چیزوں کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بجلی کا جھٹکا لگنے سے بندے کو موت آتی ہے، لہٰذا کوئی آدمی بجلی کی ننگی تار کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ زہر کھا لینے سے انسان کی موت واقع ہوتی ہے، ہر بندہ زہریلی چیز سے دور رہتا ہے۔ اسی طرح

اگر یقین ہو جائے کہ نیک اعمال کرنے پر اللہ کی طرف سے خیر ملے گی اور گناہوں کے کرنے سے اللہ کی طرف سے عذاب ہوگا تو پھر کوئی بھی انسان گناہ کی طرف قدم نہ بڑھائے بلکہ اپنی پوری زندگی نیکی کے اوپر خرچ کرے۔

اعمال بنانے اور بگاڑنے کا نتیجہ:

دو بندے ایک کام کرتے ہیں۔ایک کا عمل بنا ہوا،فلاح مل گئی۔دوسرے کا عمل بگڑا ہوا،اس کو اللہ کی طرف سے سزا مل گئی۔ذرا غور فرمائیے کہ اچھی نماز پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاح کا وعدہ ہے،فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَا تِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (المؤمنون:2-1) فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

چنانچہ جس کو فلاح نصیب ہوگئی وہ جنت میں جائے گا اور اسی نماز کو بگاڑنے سے جہنّم میں جانے کا معاملہ۔فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ۝الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ۝ (الماعون:5-4) تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔

ایک ہی نماز ہے بنانے والے کو جنت مل گئی،غفلت کرنے والے اور اس عمل کو بگاڑنے والے کے لئے اللہ نے جہنّم کی بات کر دی۔

چنانچہ اچھا قرآن انسان کے لئے سلامتی کا سبب۔جو انسان حافظ قرآن ہے،قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اِقْرَاْ...... وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا قرآن پڑھ!اور جنت کا درجہ چڑھ!ٹھہر ٹھہر کے پڑھ جیسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کے پڑھتا تھا۔اب یہ جنت میں گیا قرآن کی وجہ سے،اور جنت میں

اس کو ملائکہ بھی سلام دے رہے ہیں اور جنتی بھی سلام دے رہے ہیں، ایک دوسرے کے اوپر سلامتی۔ اور اگر اسی قرآن کی خلاف ورزی کر کے قرآن کو پڑھا تو حدیث میں آتا ہے

رُبَّ قَارِیءٍ قَرَءَ الْقُرْآنَ وَالْقُرْآنُ یَلْعَنُہٗ

کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں اور قرآن اس کے اوپر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔

تو ایک ہی عمل ہے، اگر اس کو بنا لیا تو رضا مل رہی ہے، اور اگر بگاڑ لیا تو انسان کو اللہ کی طرف سے سزا مل گئی۔ تو جب انسان نے اعمال کرنے ہی ہیں تو کیوں نہ سنوار کر کرے؟ ان کو بہتر کرنے کی کوشش کرے۔

رجوع الی اللہ کا نتیجہ:

چنانچہ آپ ذرا غور کیجئے کہ سیدنا سلیمانؑ کو اللہ رب العزت نے اس دنیا میں ایسی بادشاہت دی کہ نہ پہلے کسی کو ملی نہ بعد میں۔ انسانوں کے بادشاہ، جنوں کے بادشاہ، پرندوں کے بادشاہ، ہوا کے بادشاہ، خشکی، تری کی ہر مخلوق کے بادشاہ، ان کا حکم ہر ایک کے اوپر چلتا تھا: ایسی اللہ رب العزت نے انہیں بادشاہی اور سلطنت عطا فرمائی! لیکن اس کے بعد فرمایا کہ ان کو اللہ رب العزت کی طرف سے جو قرب ملا، قبولیت ملی، وہ ان کو ان کے اعمال کی وجہ سے ملی۔ فرماتے ہیں نِعْمَ الْعَبْدُ (ص:44) میرا کتنا اچھا بندہ تھا! اِنَّہٗ اَوَّابٌ (ص:44) وہ میری طرف رجوع کرنے والا تھا] نعم العبد کا جو تاج ان کے سر پر سجایا اس کی بنیاد ''اللہ کی طرف رجوع'' فرمایا۔

دوسری طرف دیکھیے! حضرت ایوبؑ کے اوپر امتحان آ گیا، ساری جائیداد چلی گئی، باغات چلے گئے

، بیوی بھی فوت ہوگئی، بچے بھی مر گئے اور خود بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اتنی آزمائشیں! لیکن ان سب کے باوجود، اللہ رب العزت کا قرب ملا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (صٓ: 44) (ہم نے انہیں صبر کرنے والا پایا) کیا شاہانہ کلام ہے،

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (صٓ: 44) تو معلوم ہوا کہ دنیا کی بادشاہت ہے پھر بھی رجوع الی اللہ کی وجہ سے قرب مل رہا ہے۔ اور ظاہری طور پر فقر و فاقہ، تنگدستی ہے لیکن اَوَّاب ہونے کی وجہ سے نِعْمَ الْعَبْدُ (صٓ: 44) خطاب مل رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرب ملتا ہے اَوَّاب ہونے کی وجہ سے، اس میں دنیا کی مال و دولت کا کوئی دخل نہیں۔ ایک انسان جھونپڑی میں بیٹھ کر بھی اللہ کا ولی بن سکتا ہے اور ایک انسان فوم کے گدوں کے اوپر بیٹھ کر بھی اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔

اعمال بنانے پر دو خوشخبریاں:

دنیا ایک ظاہری اور مادی چیز ہے، اس راستے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ چنانچہ اعمال بنانے والے کو دو نعمتیں، دو خوشخبریاں ملیں۔ پہلی خوشخبری، فرمایا:

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل: 97) پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

دوسری خوشخبری فرمایا:

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: 97) ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں بہت اچھا دیں گے۔

اس عمل پر دوہرا انعام ملے گا، دنیا میں پاکیزہ زندگی اور آخرت میں بڑا اجر۔ اور جتنا اجر اتنے ان کے درجات: وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (الانعام: 132) چنانچہ دنیا میں پاکیزہ زندگی ملی اور آخرت میں اللہ

تعالیٰ کے قرب کے درجات مل گئے۔

اعمال بگاڑنے پر دو عذاب:

اور اعمال بگاڑنے والے پر دنیا میں دو عذاب ہوتے ہیں۔

پہلا عذاب:

فرمایا: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰهٰ:124) جو میرے قرآن سے رخ پھیرے ہم اس کی معیشت کو تنگ کر دیتے ہیں۔تنگ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی بکری تھوڑی ہوتی ہے، پیسے نہیں ہوتے،اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بے سکون رزق دیتے ہیں مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰهٰ:124) ایسا رزق ملتا ہے کہ اس کے سر پر ٹینشن (بے چینی) ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ دیکھیں بڑے بڑے انڈسٹریوں والے راتوں کو سو نہیں سکتے۔او جی! کمپنی کا شیئر کھلنا ہے، پتہ نہیں کتنا کھلتا ہے؟ ٹینشن، ہر وقت کی پریشانی۔او جی! ہم نے کنٹینر بھیجا تھا اور وہ رک گیا ہے، بڑے پریشان ہیں۔ہم نے ایک ڈیل کرنی تھی،موقع پر نہ ہو سکی، بڑی پریشانی ہے۔تو کروڑوں میں کھیلنے والے بھی پریشان۔مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰهٰ:124) کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے رزق کو ایسے تنگ کریں گے کہ وہ بے سکون ہی رہے گا۔رزق کی طرف سے پریشان ہی رہے گا۔کبھی ادھر کوئی پیسے دبا کر بیٹھ گیا ،کبھی کوئی دھوکے سے پیسے لے کر چلا گیا، پریشان ہی رہے گا۔ذہنی طور پر یہ لوگ ہر وقت Occopied ہی رہتے ہیں یہ لوگ۔نماز میں بھی اسی مال کا خیال رہتا ہے،سکون ہی نہیں ہوتا۔اللہ ایسی مصروفیت اللہ دے دیتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ سکھ کے دو لمحے گزارنے کا موقع نہیں ملتا۔مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰهٰ:124) فرمایا: ہم اس کی معیشت کو تنگ کر دیتے ہیں، بے سکون روزی دیتے ہیں۔

دوسرا عذاب:

دوسرا عذاب یہ ملتا ہے۔

وَ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ:124) اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کھڑا کریں گے۔

یا اللہ! یہ کیسی سزا ہے؟ فرمایا کہ شریعت کا اصول ہے **جزاء من جنس العمل** جیسا عمل ویسا بدلہ، جیسی کرنی ویسی بھرنی، فرمایا: دنیا میں اس نے میری تعلیمات سے، احکام سے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا، اپنا رخ پھیر لیا، یہ اندھا بنا رہا، جب دنیا میں اس نے اندھے پن کا مظاہرہ کیا، ہم قیامت کے دن اس کو اپنے سامنے اندھا کھڑا کریں گے۔ اب بتائیے! اعمال بنانے پر کس قدر اچھائیاں مل رہی ہیں اور اعمال بگاڑنے پر بندے کو کس قدر نقصان نصیب ہو رہا ہے؟

اپنی ذات پر محنت کی ضرورت:

لہٰذا جو شخص چاہے کہ میں اپنی ذات کو قیمتی بناؤں، اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر محنت کرے۔ دستور یہ ہے کہ جس چیز پر محنت ہوتی ہے، وہ چیز قیمتی بن جاتی ہے۔ لکڑی پر محنت کر دی، لکڑی فرنیچر بن کر کس قدر مہنگی بکتی ہے! انسان نے پتھر پر محنت کی، پتھر پالش ہو کر نکلتا ہے تو اعلیٰ ریٹ پر نکلتا ہے۔ لوہے پر محنت کی، لوہا ہوا میں اڑتا پھرتا ہے اور جہاز کی دیکھو کتنی قیمت ہے؟ حتیٰ کہ سلیکون، ریت کو کہتے ہیں، اس ریت پر بندے نے محنت کی اور سلیکون، سے اس نے سرکٹ بنائے، سرکٹ اتنے مہنگے کہ اگر اس کے ہم وزن سونا تولا جائے تو سونے سے تین گنا زیادہ ان کے اوپر قیمت لگ رہی ہے۔ تو انسان کی محنت اگر ریت پر لگی تو ریت سونے سے تین گنا قیمتی بن گئی۔ اے بندے! اگر تو اپنی محنت اپنی ذات پر لگائے گا تو کیا اللہ کی نظر میں تو قیمتی نہیں بن جائے گا؟ اگر لوہا پرواز کر سکتا ہے تو کیا انسان روحانی طور پر پرواز نہیں

کر سکتا؟ تو محنت کا رخ اپنی ذات کو بنا لیجئے۔

دوسروں کے بارے میں حسن ظن، اپنے بارے میں فکر مند:

ایک سنہری اصول: انسان اپنے بارے میں فکر مند رہے اور دوسروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھے۔ آج ہم الٹ کرتے ہیں، دوسروں کی فکر ہوتی ہے: اس میں یہ ہے، اس میں یہ ہے۔ اور اپنے بارے میں بڑا حسنِ ظن ہوتا ہے کہ ہم تو قیامت کے دن بڑے آرام وسکون میں ہوں گے۔ چنانچہ عام آدمی قیامت کے دن کے بارے میں سوچتا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا، لوگ کھڑے ہوں گے، حساب ہو رہا ہو گا، بڑا میزان ہوگا، جس پر نیکیاں، گناہ تُل رہے ہوں گے۔ کچھ لوگ جنت میں جا رہے ہوں گے اور دوسرے کچھ لوگ جہنّم میں جا رہے ہوں گے اور میں! دیوار پہ بیٹھا تماشہ دیکھ رہا ہوں گا۔ اپنے بارے میں بندہ یہ سوچتا ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ یا تو میں جنت والوں میں سے ہوں گا یا میں بھی جہنّم جانے والوں میں سے ہوں گا۔

قیامت کے دن کو اللہ رب العزت 'یوم التغابن' کہتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (التغابن:9) اے انسان تیرے لئے وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔ یا تو زندگی کی بازی جیت جائے گا، یا پھر زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ اگر ایسا دن ہے تو کیا ہم اس طرح سوچتے ہیں؟

اصول یہ ہے کہ اپنے بارے میں فکر مند رہے اور دوسروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھے۔ اگر حسنِ ظن آ گیا اور اپنے بارے میں فکر لگ گئی تو یہ انسان کامیاب ہو گیا۔

نیکوں اور بروں کے حالات میں فرق:

چنانچہ اس دنیا میں ظاہری طور پر نیکوں پر بھی حالات آجاتے ہیں، بُروں پر بھی حالات آجاتے ہیں۔ ظاہر میں وہ ایک جیسے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں ان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جیسے، نیک بندہ اور برا بندہ، ظاہر میں تو ایک جیسے نظر آتے ہیں، جسمانی طور پر تو فرق نہیں ہوتا مگر باطن میں فرق ہوتا ہے، حقیقت میں فرق ہوتا ہے۔ ایک ایمان سے خالی، دوسرا ایمان سے بھرا ہوا دل رکھتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پتلا سا بانس ہو، تو دیکھنے میں گنے کے بالکل مشابہ نظر آتا ہے، ظاہر میں فرق نظر نہیں آتا۔ لیکن بانس اندر سے بالکل خشک ہوتا ہے اور گنا اندر سے سارے کا سارا میٹھے رس کے ساتھ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تو ظاہر میں ایک مگر حقیقت میں مختلف۔

اسی طرح حالات عام بندے پر بھی آتے ہیں اور آزمائش کے حالات مومن پر بھی آتے ہیں۔ ظاہر ایک ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ذرا توجہ سے یہ نکتہ سمجھ لیں کہ فرمانبرداروں پر بھی حالات آتے ہیں اور نافرمانوں پر بھی آجاتے ہیں، مگر دونوں میں فرق کہاں ہوتا ہے؟ سمجھنے کی کوشش فرمائیے گا!!

پہلا فرق:

پہلا فرق یہ ہے کہ نافرمانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شروع میں آتی ہیں۔ پھر وہ ان نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں اور ناقدری کرنے پر اللہ ان کی پکڑ فرماتے ہیں، جبکہ فرمانبرداروں کے ساتھ اللہ کی مدد آخر میں آتی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف:110) حتی کہ جب رسول بھی

مایوس ہو گئے اور گمان کر بیٹھے کہ وہ جھٹلا دیئے گئے۔

انہوں نے یہ جان لیا کہ شاید ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جَآئَهُمْ نَصْرُنَا (یوسف:110) ان کے اوپر ہماری مدد آ گئی۔ تو نافرمانوں کو اللہ پاک ابتدا میں نعمتیں دیتے ہیں اور آخر میں ان کی پکڑ فرماتے ہیں، ان کی گت بناتے ہیں اور فرمانبرداروں سے شروع میں مجاہدہ کروا لیتے ہیں اور آخیر پر جا کر اپنی مدد اور انعامات ان کے شامل حال فرما دیتے ہیں۔

دوسرا فرق:

مصیبت نیکوں پر بھی آتی ہے اور بروں پر بھی، مگر نافرمان پر مصیبت ایسے ہوتی ہے جیسے کسی نے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا اور بلڈ کے زیادہ نکلنے سے یہ صاحب فوت ہی ہو گئے۔ چھری تو اس کو لگی، خون بھی نکلا، مگر نتیجہ اس کی موت کے ساتھ نکلا۔ اور فرمانبرداروں پر بھی مصیبت آئی، مگر اس کی مثال ایسے کہ جیسے جسم میں پھوڑا تھا ڈاکٹر نے آپریشن کے لئے چھری چلائی۔ چھری یہاں بھی چل رہی ہے، خون یہاں بھی نکل رہا ہے، لیکن آپریشن کا انجام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری سے اس کو صحت عطا فرما دی۔ ظاہر ایک جیسا مگر انجام میں فرق ہوتا ہے۔

نافرمان کو رزق ملتا ہے تو ایسے، جیسے چوہے کو پکڑنے کے لئے کوئی پراٹھے کا ٹکرا پنجرے میں لٹکا دیتا ہے، اب وہ بڑا خوش پھر رہا ہے کہ کھانے کو پراٹھا مل گیا مگر وہ یہ تو نہیں جانتا کہ اسی پراٹھے کے کھانے میں میری گردن پکڑی جائے گی اور مجھے جان سے ہی مار دیا جائے گا۔ نافرمان کو پراٹھا ملا، مگر پراٹھے کا ٹکرا اس کے لئے موت کا سبب بنا اور فرمانبرداروں کو بھی اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتے ہیں، مگر ایسے، جیسے کوئی بولنے والے طوطے کو چوری کھلاتا ہے۔ یہ جو بولنے والے طوطے ہوتے ہیں نا! کبھی سلام کرتے ہیں، کبھی اللہ کا

لفظ بولتے ہیں لوگ ان کو بڑے شوق سے پالتے ہیں، ان کی بڑی خدمت کرتے ہیں اور میاں مٹھو کو چوری کھلاتے ہیں، مگر یہ جو چوری ہے یہ نعمت کے طور پر مل رہی ہے۔ اور روٹی اس کے لئے موت کا پیغام بن کر آ رہی ہے ظاہر دونوں کا ایک ہے، مگر ایک کے لئے موت کا سبب ہے اور دوسرے کے لئے زندگی اور صحت کا سبب ہے۔

فتح ابواب اور فتح برکات:

طلباء کے لئے نکتے کی بات ہے۔ نافرمانوں پر اللہ رب العزت جو نعمتیں بھیجتے ہیں اس کا نام اللہ رب العزت نے ''فتح ابواب'' رکھا۔ دروازے کھول دیتے ہیں۔ فرمایا:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام: 44)

جب بھول گئے جو ان کو نصیحت کی تھی ہر چیز کے دروازے ہم نے کھول دیئے

تاکہ یہ نعمتیں پائیں، عیاشی کریں اور اچھی طرح ہماری پکڑ میں آئیں۔ فرماتے ہیں جب وہ خوب ہم سے غافل ہو گئے:

اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً ہم نے اچانک ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔

یہ فتح ابواب تھی۔

اور فرمانبرداروں کے لئے فرمایا کہ جو نیکی اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: 96) البتہ ہم نے کھول دیں ان کے اوپر برکات آسمان اور زمین سے۔

تو ان کے لئے فتح برکات ہوتی ہے۔

آزمائش......مؤمن اور فاسق دونوں پر:

دیکھئے! ایمان والوں کو بھی تکالیف آتی ہیں، مگر اللہ نے ان کو آزمائش کہا: ''ہم آزماتے ہیں، ٹیسٹ لیتے ہیں''۔ ہم دوروپے کا اگر گھڑا لیں نا! تو ٹھونک کر دیکھتے ہیں، کچا ہے یا پکا۔ تو اللہ رب العزت نے بھی جنت کے بدلے بندے کو قبول کرنا ہوتا ہے، وہ بھی آزماتے ہیں کہ کچا ہے یا پکا۔ مگر یہ آزمائش مومن پر اور طرح سے آتی ہے اور فاسق وفاجر پر اور طرح سے آتی ہے۔ جب فاسق پر آتی ہے تو اللہ کا عذاب بن کر آتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان نافرمانوں پر اپنے عذاب کا کوڑا پھینکا۔ کیسا تھا؟ ارشاد فرمایا:

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (السجدہ: 21) ہم بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب ان کی طرف بھیجیں گے، ممکن ہے یہ واپس لوٹ آئیں۔

تو نافرمانوں پر جو مشقتیں آئیں اللہ نے اس کے لئے عذاب کا لفظ استعمال کیا اور ایمان والوں کے لئے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ہم انہیں آزمائیں گے۔ فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ط وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ: 155) اور ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک، اور مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔

کبھی جان میں کمی، کبھی مال میں کمی۔ فرمایا کہ ان تمام حالات میں جو بھی صبر کے ساتھ رہے گا، ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیں۔

تو اللہ رب العزت کا معاملہ مختلف ہے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے اعمال کو سنواریں اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہو جائیں۔

عبادت میں سستی کا نتیجہ:

چنانچہ جو بندہ عبادات میں سستی کرتا ہے تو شیطان اس کے اوپر چڑھ دوڑتا ہے۔ دنیا کا دستور ہے، جب کوئی اپنے دشمن پر قابو پائے تو سب سے پہلا کام یہ کرتا ہے کہ جو اس کے پاس سب سے مہلک چیز ہوتی ہے، وہ اس سے چھین لیتا ہے۔ یہ فوجی لوگ جب دشمن کو گرفتار کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں **Hands up** (ہاتھ اوپر کریں) اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں کوئی نقصان دینے والی چیز ہے تو وہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اور یہ مجھ پر حملہ نہ کر سکے۔ شیطان بھی یہی کرتا ہے کہ جب بندے کے اوپر قبضہ جماتا ہے تو سب سے مہلک ہتھیار جو بندے کے پاس ہوتا ہے، وہ اس کو بندے سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ (المجادلہ: 19) شیطان ان پر غالب آ گیا اور شیطان نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔

تو شیطان کا سب سے پہلا کام یہ کہ اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ بندہ اللہ کی یاد میں لگا رہا تو ہمارا وار اس پر نہیں چل سکے گا، تو مومن شیطان کے وار سے بچے۔ دیکھئے! شیطان کے وار سے بچنے کے لئے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے ایک ایک بات ہمیں سمجھا دی، کھول کھول کر بتایا۔ اس طرح کرو گے، شیطان آ جائے گا، حملہ کرے گا، تمہیں ورغلائے گا۔

بسم اللہ کی برکت سے شیطانی اثرات سے حفاظت:

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا:

نبی ﷺ نے فرمایا: ’’آدمی اگر کھانا کھانے بیٹھے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے کھانے میں شامل ہو جاتا ہے‘‘۔ دیکھیئے شیطان کے نقب لگانے کے کون کون سے راستے ہیں؟ اللہ کے محبوب نے ان راستوں کو کھول کھول کر بتا دیا ہے۔ لہٰذا کھانا کھانے سے پہلے کی دعا پڑھنا، بسم اللہ پڑھنا، یہ کتنا ضروری ہے؟ تا کہ ہم شیطانی اثرات سے بچ جائیں۔ جب کھانے میں شیطانی اثر شامل ہوگا تو ظاہر ہے، جو طاقت بندے کو ملے گی وہ بندے کو گناہ پر آمادہ کرے گی۔ تو کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شریک نہیں ہوسکتا۔

بلکہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے، وہ پہلے بسم اللہ پڑھنی بھول گئے، انہیں درمیان میں یاد آئی تو انہوں نے درمیان میں پڑھ لی، تو اللہ کے نبی ﷺ مسکرا پڑے۔ کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ! کیسے مسکرائے؟ فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھا رہا تھا، جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے سب کھایا پیا نکال دیا اور یہاں سے دفع ہو گیا۔ تو بسم اللہ پڑھنی کتنی ضروری؟

بسم اللہ پڑھ کر گھر کا دروازہ بند کرنا:

آگے دیکھیئے! حدیث پاک میں آتا ہے جو بندہ رات کو اپنے گھر کا دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھ لے، شیطان رات کے وقت اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ بات کتنی آسان ہے مگر کتنی زیادہ اہم ہے! جب بھی انسان رات کو گھر کا دروازہ بند کرے، گھر کی عورت گھر کا دروازہ بند کرے تو بسم اللہ پڑھ کے ہی بند کرے۔ تو بسم اللہ پڑھ کے گھر کا دروازہ بند کر لیا، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو گھر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اب اکثر گناہ راتوں میں ہی ہوتے ہیں۔ تو جب گھر میں شیطان آیا ہی نہیں تو ایک تو رات

کے گناہوں سے بچے، دوسرا تہجّد اور فجر کی نماز میں اٹھنا آسان ہوگیا، شیطان جوگھر میں نہیں ہے، ورنہ تو تھپکیاں دے دے کر سلا دیتا ہے، کانوں میں آ کر پیشاب کر دیتا ہے۔

حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھتا، درحقیقت شیطان اس کے کان میں آ کر پیشاب کر دیتا ہے، اس کی وجہ سے اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔ تو بھئی شیطان کو روکنے کا کتنا اچھا طریقہ کہ انسان سنت کے مطابق اپنے گھر کا دروازہ بند کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے۔

بسم اللہ پڑھ کر بیت الخلا جانا:

اور دیکھئے! حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو انسان بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے ،مسنون دعا پڑھ لے تو شیطان اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل نہیں ہوتا اور اگر پڑھنا بھول جائے گا تو شیطان بیت الخلاء میں ساتھ داخل ہوگا اور اس کی شرمگاہ کے ساتھ کھیلے گا تو بندے کو شہوانی خیالات آئیں گے۔ دیکھئے نبی ﷺ نے ایک ایک بات سمجھا دی کہ کیسے ہم شیطان کے حملوں سے بچ سکتے ہیں؟

کپڑے اتارتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا:

چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا کہ آدمی اگر ضرورت کے وقت اپنے جسم سے کپڑے اتارے تو بسم اللہ پڑھ لے۔ اس بسم اللہ کے پڑھنے سے نہ جن اسے دیکھ سکتا ہے نہ شیطان اسے دیکھ سکتا ہے۔ یہ کتنا چھوٹا سا عمل ہے مگر کتنے لوگ کپڑے اتارتے ہوئے بسم اللہ پڑھتے ہیں؟ بہت سارے بھول جاتے ہیں۔ عورتوں نے اگر غسل کرنا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھی تو ان کو جن بھی دیکھیں گے اور شیطان بھی دیکھیں گے۔ پھر کیوں روتی پھرتی ہیں کہ ہمارے اوپر آسیب کا اثر ہوگیا؟ بھئی نبی ﷺ نے ایک چھوٹی سی، مختصر سی بات بتائی تھی اس کا اتنا فائدہ تھا کہ انسان کے جسم پر نہ شیطان کی نظر پڑتی نہ جن کی نظر، اور ہم اس عمل کو کرنا بھول ہی جاتے ہیں۔

چنانچہ اگر میاں بیوی دونوں اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ کپڑے اتارتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا بھول گئے تو شیطان ان کے عمل میں شریک ہوتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ ہونے والی اولاد اللہ کی بھی نافرمان، ماں باپ کی بھی نافرمان بنتی ہے۔ بات مختصر سی، چھوٹی سی ہے لیکن اثرات دیکھو کہاں تک جا رہے ہیں؟

چنانچہ نبی ﷺ نے ایک دعا بتائی کہ میاں بیوی دونوں اکٹھے ہوں تو ضرورت پوری ہونے کے وقت اس کو پڑھ لیا جائے۔ اللہ اکبر! محدثین نے لکھا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے سے حمل اگر ٹھہر گیا تو اللہ تعالیٰ حمل کے اندر شیطانی اثرات سے حفاظت فرما دیں گے۔ آج جس کو دیکھو جی! اولاد نہیں مانتی، اولاد نافرمان...... بھئی! اولاد تو نافرمان ہے مگر ہم نے بھی تو سنت کو نظر انداز کیا تھا۔ ہم نے بھی تو نبی A کے بتائے ہوئے اعمال کو چھوڑ دیا تھا۔ اپنی بوئی ہوئی کھیتی تھی، اب اپنی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ جہاں انسان نے اللہ تعالیٰ کا حکم توڑا، شیطان اسی وقت اس کے پاس پہنچ گیا۔ فھو لہ قرین شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

غفلت کی زندگی گزارتے گزارتے ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس پر شیطان کو مسلّط کر دیتے ہیں، حوالے کر دیتے ہیں۔ شیطان کے۔ وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ (حٰمٓ السجدہ: 25) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے ان پر ان کے ساتھی متعیّن کر دیئے:

فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (حٰمٓ السجدہ: 25)

انہوں نے ان کو ان کے اگلے اور پچھلے اعمال عمدہ کر کے دکھائے اور جنات اور انسانوں کی جماعتیں جو پہلے گزر چکیں، ان پر بھی خدا کا اللہ کا قول (عذاب کا وعدہ) پورا ہو چکا بے شک وہ خسارہ پانے والوں

میں سے ہیں۔

بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالیں:

اب ایک بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈال لیجئے تو کتنے مواقع ہیں جہاں انسان شیطان کے اثرات سے بچ جاتا ہے۔

بسم اللہ کی عادت بچے کو بچپن میں سکھانی چاہئے۔ ہر اچھے کام کو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو! دروازہ کھولتے ہوئے بسم اللہ، گاڑی میں بیٹھنا ہے بسم اللہ، کھانا کھانا ہے بسم اللہ، ہر اچھا کام کرتے ہوئے اگر بسم اللہ کی عادت پڑ جائے، چھوٹا سا عمل ہے لیکن دیکھئے! اس پر کتنے اچھے اثرات بندے کو ملتے ہیں! تو معلوم ہوا اگر ہم اپنی زندگی میں فلاح چاہتے ہیں تو ہمیں نیک اعمال کو اپنانا پڑے گا۔ پھر ہم شیطان کے اثرات سے بچ جائیں گے اور اگر اعمال نہیں ہوں گے تو ہم دنیا میں بھی نہیں بچ سکیں گے اور آخرت کے عذاب سے بھی نہیں بچ سکیں گے۔

روزِ محشر اعمال کام آئیں گے:

قیامت کے دن مختلف اعمال سے محروم ہونے کا عذاب مختلف عذاب۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں یہ حدیث پاک لکھی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ خواب میں جہنّم کے حالات دیکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا، میں نے جہنّم میں بعض لوگوں کو عذاب پاتے دیکھا۔

اچھی طرح وضو کرنا کام آئے گا:

ایک بندے کو قبر میں ڈالا گیا اور عذاب قبر اس کی طرف بڑھا کہ اس میت کو اپنی لپیٹ میں لے لے مگر اس کا اچھی طرح وضو کرنا، عذاب قبر سے بچنے کے کام آیا۔ تو معلوم ہوا، اچھی طرح جو بندہ وضو کرے یعنی فراغت کے بعد اگر استنجا کرنا ہے تو اچھے انداز سے کرے، سنت کے مطابق مٹی استعمال کرے،

موجود نہیں تو چلو ٹوائلٹ پیپر استعمال کرے کہ وہ بنا ہی اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے، پھر پانی استعمال کرے، تسلّی کرے، پھر اس کے بعد وضو اہتمام کے ساتھ کرے، پانی کپڑوں پر نہ گرنے دے، سنت کے مطابق تمام اعضاء کو مل مل کے دھوئے، جو مسنون دعائیں ہیں وہ پڑھے، تسلّی کے ساتھ وضو کرنے کی عادت ہوگی، نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس اچھی طرح وضو کرنے پر اللہ تعالیٰ بندے کو قبر کے عذاب سے نجات دیں گے۔

آج کل عورتیں مہندی کم لگاتی ہیں اور ناخن پالش کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہیں۔ اور جو عام گھروں کی بچیاں ہیں، ماشاء اللہ ان کو ناخن بڑھانے کی بھی عادت ہے۔ جتنے لمبے ناخن اتنی اس میں میل جم گئی اور میل کی جگہ پر پانی نہیں جاتا تو غسل کیسے ہوگا؟ تو دیکھئے! چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ یا غسل کرتی ہیں تو بالوں کو صحیح طرح نہیں کھولتی یا صحیح طرح بالوں کو پانی سے تر نہیں کرتی اور کئی ایک کو تو غسل کے فرائض کا پتہ ہی نہیں۔ کسی نے پوچھا: شادی ہوگئی، غسل کے فرائض آتے ہیں؟ کہنے لگی ہاں! کون کونسے غسل کے فرائض ہیں؟ صابن، تیل اور تولیہ، یہ تین غسل کے فرائض ہیں، ماشاء اللہ! ایم اے پاس اور غسل کے فرائض کا پتہ ہی نہیں۔

ایک مرتبہ ایک بچی ہمارے جامعہ میں آئی، کہنے لگی: میری امی نے میری شادی کی تاریخ رکھ دی ہے۔ تو میں آئی ہوں کہ میں آپ سے غسل کے فرائض پوچھوں۔ گھر والوں نے پوچھا کہ آپ کی عمر تو بائیس، تئیس سال لگتی ہے، نماز تو بڑے عرصے سے فرض ہوگئی (پندرہ سال کی عمر میں عام طور پہ بچیوں پہ نماز فرض ہوجاتی ہے)۔ تو اب تک غسل کیسے کرتی رہی؟ کہنے لگی کیا مطلب؟ پوچھا ماہانہ ایام جو آتے ہیں تو اس کے بعد بھی تو غسل کرنا ہوتا ہے۔ کہنے لگی: وہ تو میں نہاتی تھی بس۔ سات سال اس لڑکی کے گزر گئے اور اس کو غسل کا پتہ ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ شاید شادی کے بعد ہی جا کر غسل کی ضرورت پڑتی

ہے۔تو طہارت کے مسائل بھی سیکھئے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ رب العزت انبیا کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت نصیب فرمائیں گے۔

ذکر کام آئے گا:

پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بندے کے پاس شیطان لپکا کہ میں اس پر حملہ کروں مگر اس بندے نے اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دیا، شیطان نے منہ کی کھائی اور اس کو چھوڑ کے واپس بھاگا۔ چنانچہ ذکر کی وجہ سے شیطان بندے پہ قابو نہیں پاسکتا۔اور قابہ نہ پاسکنے کی وجہ سے بندے کے دل میں وساوس نہیں ڈال سکتا۔تو عمل چھوٹا سا اللہ کا ذکر کرنا اور فائدا کتنا بڑا کہ شیطان سے حفاظت ہوگئی۔

نماز کام آئے گی:

پھر فرمایا: میں نے عذاب کے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔فرمایا کہ اس کی نماز اس کے کام آگئی اور نماز نے بڑھتے فرشتوں کو واپس بھیج دیا۔تو جو انسان اچھے انداز سے نماز پڑھے گا، سکون کے ساتھ، خشوع وخضوع کے ساتھ۔خشوع کہتے ہیں: دل میں اللہ کی عظمت ہو، بندہ عظمتِ الٰہی کو دل میں رکھ کر نماز پڑھے۔خضوع کہتے ہیں: جو نماز کے ارکان ہیں، ان کو بھی تسلّی سے ادا کر رہا ہو، تو اس نماز کے پڑھنے پر اللہ رب العزت بندے کو عذاب کے فرشتوں سے بچائیں گے۔

روزہ کام آئے گا:

پھر فرمایا: میں نے دیکھا قیامت کے دن ایک بندہ شدتِ پیاس کی کیفیت میں ہے۔اتنی پیاس کہ برداشت نہیں ہورہی! جان نکلی جارہی ہے۔فرماتے ہیں: اس پیاس کی شدت میں اس کا روزہ کام آگیا اور اس کو حوضِ کوثر سے جام مل گیا۔

حج وعمرہ کام آئے گا:

نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی اندھیرے میں ہے۔ اس کے اردگرد بہت اندھیرا ہے اور اس کو راستے کی سمجھ نہیں لگ رہی کہ میں نے کہاں جانا ہے؟ پریشان تھا کہ اس کا حج و عمرہ آیا، انہوں نے اس کے اردگرد روشنی کردی، جس سے اس کو راستہ نظر آگیا۔ تو حج اور عمرے کی سعادت سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صحیح راستے کی رہنمائی فرمادیں گے۔

صلہ رحمی کام آئے گی:

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ایک بندہ بڑا پریشان حال کھڑا ہے، کوئی اس کا حال پوچھنے والا نہیں، گھبرایا ہوا، خوف زدہ، وحشت اس کے اوپر طاری ہے، اکیلا کھڑا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ جو صلہ رحمی کرتا تھا، وہ صلہ رحمی کا عمل آیا اور اس نے اس کی وحشت کو دور کردیا۔

صلہ رحمی کہتے ہیں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔ ایمان والوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا۔ یہ صلہ رحمی کا عمل قیامت کے دن کی وحشت سے بچاؤ کا سبب بن گیا۔

صدقہ خیرات کام آئے گا:

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جہنّم کے کنارے تک پہنچا ہوا ہے اور آگ کی لپٹیں اٹھ رہی ہیں اور اس کے چہرے تک آرہی ہیں اور چہرہ جھلس رہا ہے مگر میں نے دیکھا کہ اس کے صدقے اور خیرات نے اس کے اور جہنّم کے درمیان آڑ بن کر اس کو جہنّم سے بچالیا۔ تو اللہ کے راستے میں دینا، دین کے کاموں خرچ کرنا چاہیے۔ ضروری تو نہیں ہوتا کہ ہر بندہ لاکھوں لگائے، کئی دفعہ ایک روپیہ جو اللہ کے راستے میں خرچ کیا، بندے کے لئے جنت میں جانے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ تو تھوڑا صحیح مگر اللہ کے نام پر انسان دے۔ یہ صدقہ خیرات قیامت کے دن جہنّم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

خوف خدا کام آئے گا:

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جہنّم کے کنارے پر کھڑا ہے، قریب ہے کہ جہنّم میں گر جائے کہ خوف خدا کا عمل آیا یعنی جو وہ اللہ سے ڈرتا تھا، خوف کھاتا تھا کہ میں اللہ کی نافرمانی نہ کروں۔ خوف خدا کے عمل نے آکر اس کو جہنّم میں گرنے سے روک لیا، بچالیا۔

پھر فرمایا: میں نے دیکھا کہ آدمی اوندھے منہ جہنّم کے اندر ڈال دیا گیا، گناہ زیادہ تھے مگر اللہ کے خوف سے اس کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا، یہ آنسو کے نکلنے کا عمل آیا اور جس طرح ڈوبتے کو دریا سے نکال لیا جاتا ہے اس نے جہنّم میں غوطہ کھانے والے بندے کو جہنّم سے نکال دیا۔

درود شریف کام آئے گا:

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی پل صراط کے اوپر ہے اور وہ پھسلتا ہے بار بار قدم بڑھاتا ہے، پھر پھسلتا ہے، ڈرتا ہے کہ نیچے نہ گر جاؤں، بڑا گھبرایا ہوا، فرمایا کہ جو اس نے مجھ پر درود شریف پڑھا تھا وہ درود شریف کا عمل آیا اور اس نے ہوا کی تیز رفتاری سے جہنّم کے اوپر کا پل صراط طے کروادیا۔ تو درود شریف پڑھنا کتنا ضروری ہے!

کلمہ کام آئے گا:

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک بندہ جنت کے دروازے پر پہنچا مگر دروازے کو بند پایا۔ یہ بھی بڑا پریشان ہوا مگر کلمہ کا عمل آیا اور کلمے نے اس کے لئے جنت کے دروازے کو کھلوادیا۔

اچھے اخلاق کام آئیں گے:

اور پھر فرمایا کہ ایک بندے سے اللہ ناراض تھے اور اللہ اور بندے کے درمیان ایک پردہ تھا اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں نا وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ

(ال عمرن: 77)

نہ اللہ ان کے ساتھ گفتگو کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ بھی نہیں رہے اور بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ ہے، حجاب ہے۔ اس حالت میں وہ بندہ بڑا پریشان تھا، اس بندے کے اچھے اخلاق آئے اور ان کے اخلاق نے درمیان کے پردے کو اٹھا دیا اور بندے کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ اگر کامیابی نصیب ہوگی تو اعمال کے ذریعے سے نصیب ہوگی۔ اعمال کے بغیر بندے کو فلاح نہیں مل سکتی، کامیابی نہیں مل سکتی۔

ایمان مفصّل......ایک عہد، ایک وعدہ:

اسی لئے ہم جو ایمان لائے تو اس میں ہم نے اللہ رب العزت کے سامنے ایک عہد کیا، ایک وعدہ کیا ہے۔ ایمان مفصّل پر اگر غور کریں تو اس میں ہم نے اللہ سے بڑے وعدے کئے۔ ذرا توجہ فرمائیں! ایمان مفصّل میں ہم نے اللہ رب العزت کے ساتھ کیا وعدے کئے؟

اللہ پر ایمان کی حقیقت:

سب سے پہلے ہم نے کہا اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ میں اللہ پر ایمان لایا۔ اللہ پر ایمان لانے کا مقصد کیا؟ ایمان لانے کا مقصد یہ کہ اے اللہ! فاعل حقیقی آپ کی ذات ہے، یہ دنیا اسباب سے چلتی ہے اور مسبب الاسباب آپ ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، آپ کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ ہمیں نہ چیزوں سے امیدیں ہیں اور نہ چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے، ہمیں تو آپ کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ ’’اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں چیزوں کے بغیر اور چیزیں کچھ بھی نہیں کر سکتی اللہ کے بغیر‘‘۔ اللہ رب العزت نے

حضرت موسیٰ ؑ پر یہی بات کھولی ۔چنانچہ حضرت موسیٰ ؑ کو دو معجزے دیئے۔دونوں معجزوں کے پیچھے ایکمقصد ہے۔

پہلے معجزے کا مقصد:

پہلا معجزہ کیا ؟ کہ عصا کو زمین پر ڈالا اور وہ اژدھا بن گیا پھر اژدھا کو جب پکڑا تو وہ دوبارہ عصا بن گیا۔اللہ رب العزت نے یہاں ایک بات کھولی کہ اے موسیٰ! آپ کہہ رہے تھے نا! کہ یہ عصا میرے بڑے کام کی چیز ہے۔

اَتَوَکَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (طٰهٰ:18)

میں اس پر ٹیک لگا تا ہوں، بکریوں کو میں اس سے چارہ بھی پہنچا تا ہوں اور میرے لئے اس میں بڑے فائدے ہیں۔

تو جو فائدے کی چیز آپ سمجھ رہے تھے، جب اس کو آپ نے ہمارے حکم سے زمین پر ڈالا تو وہ ایسی نقصان دینے والی چیز بنی کہ آپ بھاگنے لگے اور جس کو آپ نقصان دہ سمجھ رہے تھے،اس سے بھاگ رہے تھے، ہمارے حکم سے جب آپ نے اس کو دوبارہ ہاتھ لگایا، ہم نے دوبارہ اس کو نفع دینے والی چیز میں بدل دیا۔معلوم ہوا کہ نفع اور نقصان چیزوں میں نہیں ہوتا بلکہ ہمارے حکم کے ساتھ ہے۔اللہ چاہتے ہیں تو دودھ کو بندے کی صحت کا ذریعہ بنا دیتے ہیں،اسی سے بندے موٹا ہو جاتا ہے۔اور اللہ چاہتے ہیں تو دودھ پینے سے Food poisning ہوتی ہے اور بندہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔یہی دودھ زندگی کا سبب ہے اور یہی دودھ انسان کی موت کا سبب۔اس میں زندگی اور موت کے اثرات کس نے ڈالے؟ اللہ رب العزت نے۔

مومن کی نظر ہمیشہ اللہ رب العزت پر ہوتی ہے۔ وہ اللہ سے امیدیں رکھتا ہے، بندوں سے امیدیں نہیں لگاتا۔ آج کیا اللہ تعالیٰ پر یقین ہے؟...... نہیں۔ ہم سوچتے ہیں ہمارا کارخانہ ہمیں پالتا ہے...... ہمارا دفتر ہمیں پال رہا ہے...... بزنس ہمیں پال رہا ہے...... کھیتی ہمیں پال رہی ہے...... ہم اسباب کی طرف دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمہیں کوئی نہیں پال رہا بلکہ تمہارا پروردگار پال رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر نہیں۔ بندے کی اللہ کی طرف نظر ہو تو وہ آدمی حرام کی طرف کیوں ہاتھ بڑھائے؟ اس کو تو پتہ ہی ہوگا کہ جب میرے اللہ نے مجھے دینا ہے تو وہ حلال طریقے سے دے گا۔ اس لیے وہ دھوکہ نہیں دیگا، وہ جھوٹ نہیں بولے گا، وہ رشوت نہیں لے گا، امانت میں خیانت نہیں کرے گا، وہ تمام گناہوں سے بچے گا۔ کیونکہ اس کے دل میں یہ ہوگا کہ میرا اللہ مجھے رزق دینے والا ہے، وہ یقیناً مجھے رزق پہنچا کر رہے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے سامنے یہ بات کھولی۔

دوسرے معجزے کا مقصد:

دوسرا معجزہ ''ید بیضا'' کا دیا، اس میں بھی ایک علمی نکتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ D سے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ کو بغل میں لے جاؤ! نکالا تو وہ بہت منور ہو گیا، روشن ہو گیا۔ اس روشن ہونے میں کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ اے میرے پیارے موسیٰ! کبھی ہم شکلوں کو بدلتے ہیں، جیسے عصا کی شکل کو ہم نے سانپ کی شکل میں بدل دیا، پھر سانپ کی شکل کو ہم نے عصا کی شکل میں بدل دیا۔ اور جب چاہتے ہیں ہم چیزوں کی خاصیت بھی بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ تمہارا ہاتھ تھا اس کو منور ہونے سے کیا کام؟ لیکن ہمارے حکم پر جب آپ نے ہاتھ بغل میں ڈالا اور نکالا تو منور کر دیا۔ اللہ نے دو باتیں دکھا دیں۔

رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے:

تو مومن کا اللہ کے ساتھ ایمان پکا ہو، کہ مجھے جو کچھ ملنا ہے اللہ سے ملنا ہے۔ اچھا! جس کو اللہ سے ملنے کا

پکا یقین ہوگا، کیا وہ جائے گا قبروں پہ مانگنے کے لئے؟......وہ جائے گا مزاروں پہ مانگنے کے لئے؟...... وہ تعویذ والوں کے پیچھے پھرے گا؟ او جی! لگتا ہے میرا رزق کسی نے باندھ دیا...... کیسا کفریہ کلمہ ہے! ایسے لگتا ہے کہ یہ لوگ چھوٹے چھوٹے خدا بنے پھر رہے ہیں، عامل نے ہمارا رزق باندھ لیا۔ عامل کی کیا اوقات؟ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ؟ یہ عامل کیا لگے اور بندے کا رزق باندھنا کیا لگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (الذریت:22) تمہارا رزق آسمانوں میں ہے

وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ (الحجر:21) جو بھی چیز ہے ہمارے پاس خزانے ہیں

وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر:21) ہم ایک معلوم اندازے سے اتارتے ہیں

تو رزق تو اللہ اتارتے ہیں، فرماتے ہیں:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ (الزخرف:32) ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا۔

اور ہم کیا سمجھتے ہیں؟ او جی! لگتا ہے کسی نے رشتہ باندھ دیا، کاروبار باندھ دیا۔ یہ بالکل شرک کے قریب کی بات ہے، ایسا کبھی بھی نہیں سوچنا چاہئے۔ نہ کوئی باندھ سکتا ہے اور نہ کوئی کھول سکتا ہے، یہ اختیار فقط میرے پروردگار کے پاس ہے۔ تو عام لوگوں کے پیچھے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ایمان خراب ہوتا ہے۔ تعویذوں کے پیچھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے؟ اعمال پر توجہ نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں دشمنوں نے بڑا پریشان کیا ہوا ہے۔ میں بعض دوستوں کو کہتا ہوں کہ آپ کو دشمنوں نے پریشان نہیں کیا، آپ کو آپ کے اپنے شریر نفس نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ادھر دھیان نہیں آتا کہ ہمیں ہمارے خبیث نفس نے پریشان کیا ہے۔

امید فقط اللہ سے:

تو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ جو ہم نے کہا، تو ہم نے ساری امیدیں اللہ رب العزت کے ساتھ لگا دیں۔ جو ہمیں ملے گا، کس سے ملے گا؟ اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ اب سوچئے! آج امیدیں کہاں لگی ہوئی ہیں؟

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نا امیدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

تو جب ہم نے کہا: اٰمنت باللہ تو گویا ہم نے اللہ کے ساتھ عہد کر لیا کہ اے مالک! آج کے بعد ہم تمام اعمال کا فاعلِ حقیقی آپ کی ذات کو سمجھتے ہیں۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (البروج:16) آپ کی شان ہے، جو ہو رہا ہے آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے، ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایسا بندہ جو اللہ کی طرف رجوع کرے گا، پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت آئے گی۔

بچے کی مثال:

ہم سے تو بچہ ہی زیادہ اچھا ہے۔ بچے کو ہم نے دیکھا کہ ماں کئی دفعہ جھڑکی دیتی ہے تو پھر بھی ماں کے پیچھے پیچھے۔ کہتی ہے: میں بڑی مصروف ہوں مجھے کام کرنے دو! تنگ نہ کرو، پھر بھی ماں کے پیچھے۔ اور کئی دفعہ تھپڑ لگا دیتی ہے، پھر بھی ماں کے پیچھے۔ ہم نے دیکھا کہ بچہ تھپڑ کھا کر بھی ماں ہی کے سینے سے لپٹتا ہے۔ کاش! ہم دنیا میں اس قسم کی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے تو ہم بھی اپنے پروردگار کے قدموں میں سر رکھ دیتے، ہم بھی اللہ کے در پر آجاتے۔ مولا! آپ کے در کو ہم نے نہیں چھوڑنا۔ ہم سے تو نمازیں ہی چھوٹ جاتی ہیں۔ کئی نمازوں کے لئے مسجد میں نہیں آتے۔ او جی! کاروبار کے کچھ حالات ٹھیک نہیں، ٹھیک ہوں گے تو میں آؤں گا۔ واہ! کاروبار ٹھیک نہیں جو دروازہ سب سے پہلے چھٹا وہ خدا کا دروازہ تھا۔ اپنے گھر کا دروازہ تو نہیں چھوڑا، وہاں تو روز جاتا ہے، سسرال کے دروازے کو بھی نہیں

چھوڑا۔ چھوڑا تو کس دروازے کو؟ خدا کے دروازے کو چھوڑا۔

مانگنا غیر سے شکوے اللہ سے:

بندے کی بھی عجیب بات ہے۔ مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے بندوں کے سامنے اور جب بندوں سے کچھ نہیں ملتا تو ناراض ہو جاتا ہے اپنے پروردگار سے کہ کام نہیں ہوا۔ بھئی! اللہ کے سامنے آپ ہاتھ پھیلاتے پھر دیکھتے۔ اگر ہم اسباب پر ایک چھٹانک محنت کریں، ہمیں اللہ سے منوانے کے لئے ایک من محنت کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے یہ دنیا کے جغرافیے دن میں نہیں بدلتے یہ راتوں کو بدلا کرتے ہیں، جب ہاتھ اٹھتے ہیں نا! پھر اللہ تعالیٰ جغرافیے بدلا کرتے ہیں، مقدروں کے فیصلے اللہ کر دیتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان کا مطلب:

پھر اس کے بعد ہم نے کہا وملٓئکتہٖ (اس کے ملائکہ پر ایمان لائے)۔ مقصود کیا تھا؟ مقصود یہ یقین تھا کہ مومن کے ساتھ دنیا کا ظاہری نظام ہو یا نہ ہو لیکن یہ ایمان اور اعمال پر پکا ہوگا تو اللہ کا غیبی نظام ضرور اس کی پشت پناہی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اگر تم مدد نہیں کرو گے تو اللہ اپنے محبوب کا مولیٰ ہے اپنے محبوب کا اور جبرئیلؑ بھی ان کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو بھیجتے ہیں۔ تو جب یہ یقین ہو کہ میں اپنی شریعت کی بات پر استقامت کے ساتھ ڈٹا رہوں گا تو ظاہری نظام موافق ہو یا مخالف ہو، اللہ کا غیبی نظام ضرور میرے ساتھ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو جو فتح فرمائی وہ اسی غیبی نظام کے ذریعے فرمائی۔

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (ال عمرن:123)

دیکھا فرشتے اترتے ہیں پھر

فضائے بدر پیدا کر! فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اب بھی فرشتے اتر سکتے ہیں اگر ہم ایمان لانے کے بعد نیک اعمال پر جم جائیں۔

کتابوں پر ایمان کا مطلب:

پھر فرمایا: وَكُتُبِهٖ اور کتابوں پر ایمان لے آئے اس کا کیا مطلب؟ کہ اے اللہ! ہمیں علومِ الٰہیہ کے اوپر بھی یقین ہے۔یعنی جو آپ نے قرآن میں بتادیا کہ یہ کرو اس میں کامیابی اور جو کہا نہ کرو اس میں ناکامی۔گویا ہمیں احکامِ خداوندی پر ایسا یقین آجائے۔

رسولوں پر ایمان کا مطلب:

پھر فرمایا وَرُسُلِهٖ اور اللہ کے رسولوں پر ایمان۔کیا مطلب؟ کہ یقین دل میں آجائے کہ اگر ہم نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کریں گے تو زندگی کامیاب ہوگی اور اگر اس کی مخالفت کریں گے تو زندگی ناکام ہوگی۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسآء:80) جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی ایسا ہی ہے جیسے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

تو نبی ﷺ کی سنت کی عظمت دل میں آجائے کہ ان اعمال کو اپنانے سے ہمیں اللہ کی طرف سے رحمت ملے گی۔

روزِ آخرت پر ایمان:

والیوم الآخر اور قیامت کے دن پر بھی ایمان۔کیا مطلب؟ کہ ہمیں آخرت کے دن پر یقین ہو کہ نیک اعمال سے قیامت کے دن عزت ملے گی اور برے اعمال سے قیامت کے دن ذلت ملے گی۔اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم:8) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اور جوان کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں ہونے دے گا۔

تو اگر یقین پکا ہوگا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت نہیں دے گا۔ ہم لوگ تو دو بندوں کے سامنے ذلت برداشت نہیں کر سکتے۔ بیوی کو اگر خاوند دو بندوں کے سامنے ڈانٹ دے، ایک کے سامنے ڈانٹ دے، دن روتے گزر جاتا ہے۔ او جی! لوگوں کے سامنے اس نے ڈانٹا۔ تو بھئی! قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے معاملہ کھلے گا پھر کیا بنے گا؟ اسی لئے کہنے والے نے کہا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم نہ گریز از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اے اللہ! تو دو عالم سے غنی ہے، میں فقیر ہوں۔ قیامت کے دن اللہ! میرے عذروں کو قبول کر لیجئے گا۔ اللہ! اگر آپ فیصلہ کر لیں کہ میرا حساب لینا لازمی، ضروری ہے تو اللہ! مصطفیٰ کریم ﷺ سے میرا حساب اوجھل کر کے لے لینا۔ مجھے ان کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ قیامت کے دن عزت اور ذلت کیسے ملتی ہے؟ اس کا یقین آ جائے۔

قضا و قدر پر یقین کا مطلب:

اور پھر فرمایا وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (قضاء اور قدر پر بندے کا یقین) کیا مطلب؟ مقصد یہ کہ اے بندے! اچھے حالات بھی اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور برے بھی آزمائش بن کے اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ لہٰذا اچھے حالات آئیں تو اترائے نہیں اور برے حالات آئیں تو گھبرائے

نہیں۔اللہ کی ذات پر ایسا یقین ہو۔

موت کے بعد کھڑے ہونے کا یقین:

پھر فرمایا والبعث بعد الموت (اور موت کے بعد قیامت کے دن کھڑے ہونے پر بندے کو یقین) جب قیامت کے دن کے بعد کی زندگی پر یقین ہوگا تو بندہ پھر اگلے جہان کے لئے بھی تیاری کرے گا،موت کے لئے بھی تیاری کرے گا اور اگر یہ یقین ہو کہ یہی دنیا کا گھر ہے تو سارا دن اسی میں لگا رہے گا اور اگر آخرت کے گھر کی بھی فکر ہوگی تو انسان اعمال میں لگے گا تا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں گھر عطا فرما دیں۔

آج ایمان بنانے کی ضرورت ہے:

چنانچہ یہ جو کلمہ پڑھا جاتا ہے،اس میں ان تمام اعمال کا یقین بندے کو حاصل کرنا ہوتا ہے،اس پر انسان کو اللہ رب العزت کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں ملتی ہیں۔صحابہ کرامؓ نے ایمان پر محنت کی فرمایا:

تعلمنا الایمان ثم تعلمنا القراٰن نبی ﷺ نے ہمیں پہلے ایمان سکھایا پھر انہوں نے قرآن سکھایا۔

تو چونکہ ایمان بن چکا تھا،اللہ نے ان کو دنیا میں عزتیں عطا فرما دیں۔

ایمان والے کا حکم کرہ ارض پر چلتا ہے:

جب اللہ تعالیٰ پر ایمان پکا ہو،یقین کامل ہو تو یہ مومن خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتا ہے۔ذرا غور کیجئے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے۔اللہ نے وہ شان عطا فرمائی کہ زمین پر ان کا حکم چلتا تھا۔دیکھیں! اللہ کی مخلوق چار چیزوں سے بنی آگ،ہوا،پانی اور مٹی۔چاروں پر ان کا حکم لاگو ہوتا تھا۔

☆...... چنانچہ ایک مرتبہ زمین پر زلزلہ آیا، عمر رضی اللہ عنہ نے زمین پر ایڑی ماری اور فرمایا: کہ اے زمین! تو کیوں ہلتی ہے کیا عمر رضی اللہ عنہ نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟ ان کی یہ بات سن کر زمین کا زلزلہ رک گیا ،زمین پر حکم چل رہا ہے۔

☆...... پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، فرماتے ہیں: یا ساریة الجبل ہوا ان کے پیغام کو سینکڑوں میل دور پہنچا دیتی ہے، ہوا پر حکم چل رہا ہے۔

☆...... دریائے نیل کا پانی نہیں چلتا، دریائے نیل کو رقعہ لکھتے ہیں، دریائے نیل! اگر اپنی مرضی سے چلتا ہے تو نہ چل اور اگر اللہ رب العزت کے حکم سے چلتا ہے تو امیر المومنین تجھے حکم دیتے ہیں کہ چل! دریائے نیل چلنا شروع کر دیتا ہے، آج تک دریائے نیل کا پانی چل رہا ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کے پھریرے لہرا رہا ہے۔

☆...... مدینہ طیبہ کی ایک طرف سے آگ نکلتی ہے، جس کو ''ہرہ شرقیہ'' کہتے ہیں اور وہ بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ دحیۃ کلبی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں کہ جائیں اور اس آگ کو واپس دھکیلیں ۔ دحیۃ کلبی رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نفل پڑھے اور آگ کے پاس جا کر چادر کو چابک کی طرح استعمال کیا، جیسے انسان کسی حیوان کو واپس اپنی جگہ دھکیلتا ہے، وہ چادر کے ذریعے آگ کو چابک مارتے گئے اور آگ کو واپس دھکیلتے گئے حتی کہ جہاں سے آگ نکلی تھی وہیں پہ واپس چلی گئی۔

تو دیکھیئے! ایمان کے بنانے کی وجہ سے ہوا پر حکم چلتا ہے، پانی پر حکم چلتا ہے، زمین پر حکم چلتا ہے، آگ پر حکم چلتا ہے۔ صحیح شہنشاہی تو یہی ہے۔ اسی لئے کہنے والے نے کہا:

ہم فقیروں سے دوستی کر لو گر سکھائیں گے بادشاہی کا

بندہ جب اللہ کے در پر جھکتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے تو اللہ فقیری میں اس کو شاہی کا رنگ عطا فرما دیتے ہیں۔

☆...... چنانچہ صحابہ میں سے سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ جا رہے تھے، آگے دشمن کی فوج ہے اور درمیان میں دریا۔ اللہ کی شان، انہوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور گھوڑے چلتے چلتے بالآخر دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ اللہ اکبر کبیرا! اور آگے جا کر انہوں نے پوچھا کہ کسی کی کوئی چیز دریا میں گری تو نہیں؟ ایک صحابی نے کہا کہ میرا لکڑی کا پیالہ تھا، وہ دریا میں گر گیا ہے۔ دریا کو حکم دیتے ہیں کہ لکڑی کا پیالہ واپس کر! ایک پانی کی لہر آتی ہے اور لکڑی کے اس پیالے کو بھی کنارے پر ڈال جاتی ہے۔

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا حکم دیتا تھا دریا کو ، رستہ چھوڑ دیتا تھا

تو ایمان بنانے پر اللہ رب العزت بندے کو دنیا میں بھی ایسی کامیابی عطا فرما دیتے ہیں۔

امت محمدیہ کی فضیلت دوسری امم پر:

یہاں پر طلباء کے لئے کچھ علمی نکات ملاحظہ ہوں

☆...... ایک بنی اسرائیل نے دریا عبور کیا تھا اور ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریا عبور کیا تھا، دونوں میں فرق دیکھ لیجئے۔ دل کے کانوں سے سنیئے! توجہ کے ساتھ۔ جب حضرت موسیٰ ؑ دریائے نیل کے کنارے پر پہنچے، پیچھے فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آیا۔

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ (الشعرآء:61) کہا موسیٰ ؑ نے کہ اب ہم پکڑ لئے گئے۔

اب ہم دھر لئے گئے۔ اس وقت ایک یقین بھری آواز اٹھی، سیدنا موسیٰ ؑ نے کیا فرمایا

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (الشعرآء:62) میرے ساتھ میرے رب کی معیت ہے، ضرور راستے کی رہنمائی فرمائے گا۔

میرا اللہ میرے ساتھ ہے، تو دیکھیں سیدنا موسیٰؑ نے مَعِیَ کا لفظ استعمال کیا "میرا رب میرے ساتھ ہے" تو معلوم ہوا کہ نبیؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت تھی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے دریا میں راستے بنا دیئے، بارہ راستوں سے بارہ قبیلے راستہ پار کر گئے۔

ادھر ذرا امت محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام دیکھئے۔ نبی ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور میں پہنچے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھبرا رہے ہیں کہ کافر نہ آجائیں، کہیں نبی ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے۔ ماں کو جس طرح بچے سے محبّت زیادہ ہو تو اس کے لئے پریشانی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے محبّت زیادہ تھی تو اس کے لئے پریشانی بھی زیادہ تھی۔ تو جب نبی ﷺ نے دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پریشان ہیں تو قرآن کی آیتوں میں کیا کہا گیا؟

لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40) آپ گھبرایئے نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی معیت میں ساتھ شامل فرما دیا۔ یہ معیت کبریٰ فقط نبی ﷺ کے ساتھ نہیں بلکہ آپ کی امت کے صدیقین کے ساتھ بھی ہے۔ معنا کا لفظ استعمال کیا، یہ ایک بات ہوئی۔

☆......دوسری بات دیکھئے! حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا، اپنے والد کو سنایا کہ میں نے گیارہ ستارے دیکھے۔

اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ (یوسف:4) میں نے دیکھا کہ

گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

یعقوبؑ نے خواب کی تعبیر سمجھ لی اور اپنے بیٹے کو یہ بات کہی

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ (یوسف:6) اس طرح آپ کا رب آپ کو قبول کرے گا

یہ مستقبل کا صیغہ۔ ہاں! آپ کا پروردگار آپ کو قبول کرلے گا۔ تو دیکھئے کہنے والے بھی اللہ کے نبی ہیں اور جن کے بارے میں کہا وہ بھی ہونے والے نبی مگر صیغہ مضارع کا استعمال کیا گیا، یجتبیك ربك تیرا پروردگار تجھے اپنے لئے خاص کرلے گا۔ لیکن جب اس امت کا معاملہ آیا تو اللہ رب العزت نے حال کا صیغہ بھی استعمال نہیں کیا فرمایا:

هُوَاجْتَبٰكُمْ (الحج:78) وہ پروردگار جس نے تمہیں اپنے لئے خاص کیا۔

ماضی کا صیغہ استعمال کیا، اللہ تمہیں چن چکا اپنے لئے۔ اللہ اکبر۔ کیا شان اللہ نے عطا فرمائی۔

هُوَاجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:78)

اللہ اکبر! یہاں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

☆...... پھر آگے نبی ﷺ کے صحابہ بھی دریا میں چلے اور سیدنا موسیٰؑ کے صحابہ بھی دریا میں چلے۔ ذرا فرق دیکھئے گا، توجہ فرمائیے کہ وہاں موسیٰؑ کی قوم کے ساتھ وقت کے نبی ہیں، ان کی معیت میں وہ دریا پار کر رہے ہیں۔ اور یہاں دریا پار کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ خود موجود نہیں ہیں، فقط صحابہؓ ہیں۔ ذرا فرق دیکھئے! وہ وقت کے نبی کی معیت میں چل کر جاتے ہیں، دریا اتر جاتا ہے۔ یہاں نبی ﷺ نہیں، فقط صحابہؓ ہیں۔ ذرا غور کیجئے صحابہ صرف دریا عبور نہیں کرتے، اپنے ساتھ گھوڑوں کو بھی لے کر جاتے ہیں۔

☆......اور فرق دیکھئے! سیدنا موسیٰؑ کو ان کی روحانی طاقت کوہِ طور پر لے گئی۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا (الاعراف:143) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب موسیٰؑ آئے کوہِ طور پر، تو وہاں ان کے آنے کا تذکرہ کیا اور نبی ﷺ کا معاملہ آیا تو اللہ کیا فرماتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى

(بنی اسرائیل:1)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب کو تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک پہنچا دیا۔

وہاں آئے، یہاں بلائے گئے۔ ایسے ہی ہوتا ہے نا! بعض لوگ ملنا چاہتے ہیں ان کو خطاب دے دیا جاتا ہے بھئی! آپ ہمارے گھر ملنے کے لئے آجانا۔ اور کبھی کوئی بچپن کا محبوب کلاس فیلو مل جائے، بندہ ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے: گھر چلو یار! آج مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ ادھر آنے کا راستہ بتا دیا، ادھر اس کو ہاتھ پکڑ کر خود اپنے گھر پہنچا دیا۔ تو نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو بھیج کر اپنے پاس بلوالیا۔

☆......اسی لئے موسیٰؑ نے دعا کی:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (طٰہٰ:25) اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے۔

اور جب نبی ﷺ کا معاملہ آیا تو اللہ نے فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح:1) کیا ہم نے آپ کے سینے کو کھول نہیں دیا؟

☆......پھر ذرا دیکھئے کہ ادھر ہارونؑ کو موسیٰؑ چھوڑ کر گئے کہ میرے بعد قوم کا خیال رکھنا۔ اب قوم نے بات نہ مانی تو ہارون خوف کھانے لگے کہ کہیں بٹ نہ جائیں اور مجھے الزام نہ دیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ

آئے تو انہوں نے آکر سختی کی تو ہارونؑ کو کہنا پڑا:

يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَ لَا بِرَأْسِي (طٰہٰ:94) اے میری ماں کے بیٹے، نہ پکڑ میرے داڑھی اور سر کے بال۔

تو یہ کہنا پڑا، لیکن اللہ نے جو دنیا میں نبی ﷺ کو وزیر عطا کئے دنیا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے دین پر استقامت کا یہ معاملہ تھا، جب اسامہ رضی اللہ عنہ کا جیش بھیجنے کا معاملہ تھا، تو ہرقلِ روم دو لاکھ فوج کو لے کر آیا ہوا تھا، حملہ کرنا چاہتا تھا، نبی ﷺ نے اس کو بھیج تو دیا مگر طبیعت ناساز تھی، تو ان کی اہلیہ نے انکو پیغام بھیجا، جانے میں جلدی نہ کرنا، انتظار کر لینا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے پردہ فرمالیا۔ لشکر قریب تھا، وہ بھی اس میں شریک ہوگیا۔ اب لشکر بھیجنے کا فیصلہ ایک مشکل فیصلہ تھا۔ چونکہ مدینہ پر حملہ کے لئے کافر دو لاکھ فوج لے کر آرہا تھا تو صحابہ بڑے تذبذب میں تھے، وہ سمجھ رہے تھے کہ یا تو لشکر کو ابھی نہ بھیجیں اور بھیجیں تو پھر کسی بزرگ تجربہ کار بندے کو امیر بنا کر بھیجیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ تو چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں۔ چنانچہ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آکر کہنے لگے: ابو بکر رضی اللہ عنہ! اگر آپ نے لشکر کو بھیج دیا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں مدینہ کی عورتوں کو آنے والے دشمن لے نہ جائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا:

الجبار فی الجاهلية اخوار فی الاسلام

جہالت میں اتنے جبار تھے اسلام میں آکر تم اتنے کمزور ہوگئے!

اور پھر کیا فرمایا؟ فرمایا:

''یہ کیسے ممکن ہے کہ دین میں نقص آجائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ زندہ رہے!''

فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ! اکیلے بھی جانا پڑے گا تو میں جاؤں گا اور اللہ کے حکم کو پورا کر دکھاؤں گا۔ یہ بھی کہا کہ اگر مجھے پکا یقین ہو کہ مدینہ کی عورتوں کو جنگل سے جانور آ کر نوچ لیں گے، لاشیں گھسیٹیں گے، میں اس کو بھی قبول کر لوں گا مگر میں اس لشکر کو اللہ کے راستے میں ضرور بھیجوں گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت پر حیران رہ گئے کہ جیسے ایک نبی استقامت کے ساتھ کھڑا ہو کر اللہ کے حکم کو لاگو کر لیتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محبوب کی صحبت میں بیٹھنے کا حق ادا کر دیا۔

☆...... جب موسیٰ ؑ کو حکم ہوا کہ آپ جایئے اپنی قوم کے ساتھ ملک میں داخل ہو جایئے فتح ہو گی۔ تو بنی اسرائیل والے سارے کے سارے گھبرا کر بیٹھ گئے کہنے لگے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المآئدہ:24) آپ جائیں اور آپ کا پروردگار، ان سے قتال کر لیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

لیکن جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صحابہ کا معاملہ آیا تو نبی ﷺ نے میدانِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ سامنے لوہے سے لدی ہوئی فوج ہے، بتاؤ! کیا کریں؟ سعد رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں، کہتے ہیں: اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ! اگر آپ حکم دیں کہ دریا میں چھلانگ لگا دو تو ہم آپ کے غلام ہیں سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں جو اپنے نبیؑ کو کہہ رہے تھے کہ آپ جائیں اور آپ کے رب جائیں قتال کریں، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم ساتھ چھوڑنے والے نہیں، ہم تو جانیں لٹانیں والے ہیں۔ دیکھیں! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ؑ کو کیا ایمان اور استقامت والی جماعت عطا فرمائی تھی، استقامت والی جماعت عطا فرمائی تھی۔ جیسے شاگرد کے کمالات سے استاد پہچانا جاتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات سے نبی ﷺ کی شان سامنے آتی ہے۔

اپنی ذات پر محنت کی ضرورت ہے:

تو ہمیں اگر اچھی زندگی گزارنی ہے تو ہمیں اپنے اوپر محنت کرنی پڑے گی، اور یہ محنت ہم کیسے کر سکتے ہیں؟ جب اعمال کو اپنائیں گے۔ تو آج کی جو مجلس ہے اس کا محور، نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے کہ ایمان ہم لا چکے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، اب نیک اعمال رہ گئے ہیں، اس میں ہم محنت کریں اور اپنی زندگی کو نیک اعمال سے مزین کریں۔ جیسے کوئی بندہ کسی گم شدہ چیز کی تلاش میں ہوتا ہے، ہم نیک اعمال کو اسی طرح ڈھونڈیں اور اپنائیں۔

تین باتیں......لوہے کی لکیر:

ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ تین باتیں لوہے کی لکیر ہیں۔ ذرا توجہ کے ساتھ سن لیجیے:

پہلی بات:

مَنْ عَمِلَ لِآخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ الدُّنْيَا

جو آدمی آخرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ذمہ داری لے لیتے ہیں تم اپنے لئے آخرت کے لئے تیاری کرو، اللہ فرماتے ہیں میں پروردگار تمہارے دنیا کے کاموں کا معین اور مددگار بنتا ہوں۔

دوسری بات:

مَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ

جو اپنی خلوت کو درست کرتا ہے، اللہ اس کے ظاہر کو درست کرتے ہیں۔

یعنی جو آدمی اپنے خلوت کے معاملات کو درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کے معاملات کو بھی

درست فرما دیتے ہیں۔

تیسری بات:

مَنْ اَصْلَحَ فِي مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ

جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلّق کو درست کرتا ہے، اللہ اس کے اور مخلوق کے درمیان تعلّق کو درست رکھتا ہے۔

جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کے تعلّق کو اچھا کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس کی محبّت ڈال دیتے ہیں اور اس کے اور مخلوق کے درمیان کے تعلّق کو بھی اللہ اچھا کر دیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ محنت تو ہمیں اپنے اوپر کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اپنے باطن کو ٹھیک کر لیں گے، اللہ ظاہر کو ٹھیک کر دیں گے۔ اگر ہم اپنے اور اللہ کے درمیان تعلّق کو ٹھیک کر لیں گے، اللہ ہمارے اور بندوں کے درمیان تعلّق کو ٹھیک کر دیں گے۔ اگر ہم اپنی آخرت پر محنت کر لیں گے، اللہ ہمارے دنیا کے کام سنوار دیں گے۔ تو محنت کا میدان کون سا بنا؟ اپنی ذات بنی۔ اس لئے آج ہماری نگاہیں دوسروں پر پڑتی ہیں، ان کے عیب ڈھونڈتی ہیں، کاش! یہ آنکھیں بند ہو جاتیں، یہ نگاہیں اپنے سینے پر پڑتیں کہ میرے اپنے اندر کیا چھپا ہوا ہے؟ یہ گردن جھکانا بڑا مشکل ہو گیا ہے، گردن کھڑی رہتی ہے، اس میں سریا ہوتا ہے۔ آنکھیں دوسروں کو دیکھتی ہیں، اپنے پر نظر نہیں پڑتی۔

اللہ کے وعدوں کا یقین:

بہر حال لب لباب یہ نکلا کہ چیزوں کے اندر تاثیر، یہ انسانی تجربہ ہے۔ اور اعمال کے اندر تاثیر، یہ خدا کا وعدہ ہے۔ بھئی! اپنے تجربے سے زیادہ خدا کے وعدے پر بھروسہ ہونا چاہیئے۔ اگر ہم اپنے تجربے کے

تحت بجلی کو ہاتھ نہیں لگاتے، اپنے تجربے کے تحت زہر نہیں پیتے، دور رہتے ہیں کہ یہ نقصان دہ ہے، تو پھر خدائی وعدہ تو یہ ہے، گناہ کرو گے تو عذاب پاؤ گے۔ہم گناہوں سے کیوں نہیں بچتے؟ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم گناہوں سے بچیں، اللہ کی ناراضگی سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔ یہ جو انسان کے گناہ ہیں، ان کے اوپر اللہ کی ناراضگی آتی ہے۔

لینے والا مزاج:

آج پوی دنیا میں آپ گھوم کر دیکھ لیں آج لوگوں کا لینے کا مزاج بنا ہوا ہے۔ ہر بندہ لینا چاہتا ہے، ہر کسی سے لینا چاہتا ہے۔لینے کا مزاج، جھوٹ ...... لینے کے لئے دلیل، سود...... لینے کی دلیل، دھوکہ...... لینے کی دلیل، خیانت ...... لینے کی دلیل، غبن...... لینے کی دلیل، چوری...... لینے کی دلیل، ڈکیتی...... لینے کی دلیل، ناپ تول میں کمی بیشی ...... لینے کی دلیل۔ تو یوں لگتا ہے کہ عمومی مزاج ہی لینے کا بن گیا ہے۔

دینے والا مزاج:

اور شریعت کو دیکھو کہ وہ مومن کو کہتی ہے کہ تم دینے کا مزاج بناؤ۔ یا اللہ! دینے کا مزاج! کہا: ہاں! تم مومن ہو، لینے کا مزاج نہیں رکھنا، دینے کا مزاج رکھنا ہے۔ کیسے دیں؟ فرمایا: زکوٰۃ دو! تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے۔

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ○ (المعارج:25-24) اور جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے، سوالی اور غیر سوالی کے لیے۔

زکوٰۃ دو! اچھا اللہ! زکوۃ دے دی۔ فرمایا کھیتی کرتے ہو، عشر ادا کرو! اچھا اللہ! عشر بھی ادا کر دیا۔ فرمایا: اللہ

کے راستے میں نفلی صدقات بھی دو! صدقہ بھی کرو! اچھا اللہ! ہم نے یہ صدقہ بھی کرلیا۔فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ بھی دو!

تھا دو تحابوا تم ہدیہ کروگے، محبّتیں بڑھیں گی۔

دینے کا مزاج دیکھو زکوۃ دینا، عشر دینا، صدقہ دینا، ہدیہ دینا، ھبہ کرنا۔اللہ! آپ مومن کو کہتے ہیں دے دے، دے گا تو لے گا کہاں سے؟ فرمایا: میرے بندے! بات کو سمجھو! میرے آگے ہاتھ کو پھیلاؤ! میں تمہاری جھولیاں بھردوں گا۔تم ہاتھ بڑھاؤ! تم لوگوں کو دو! تم لوگوں کی جھولیاں بھروگے، مجھ سے مانگو گے، میری مخلوق بن جاؤ گے۔لوگوں کو دو گے تو تم لوگوں کے محبوب بن جاؤ گے۔عزتوں والی زندگی گزارنے کا طریقہ میں تمہیں بتاؤں گا: اللہ سے لے! اللہ کی مخلوق کو دے! اس لئے شریعت نے دینے کا مزاج بنایا۔

تو ہم اپنی زندگی سے گناہوں کو چن چن کر ختم کریں اور اللہ رب العزت سے معافیاں مانگیں۔جو گناہ ہم کر چکے، اے اللہ! آپ ان کو معاف کر دیجئے، ہمارے گناہوں کو بخش دیجئے۔

سچی توبہ کا اعجاز:

چنانچہ ہر انسان کے گناہوں پر قیامت کے دن چار گواہیاں ہوں گی۔

ایک گواہی ہوگی فرشتوں کی، کراماً کاتبین کی گواہی۔

دوسرے گواہ ہوں گے انسان کے اعضاء۔

تیسری گواہ ہوگی زمین۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ (الزلزال:5-4) چوتھی گواہی انسان کا نامہ

اعمال۔

لیکن جب بندہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے:

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَی اللّٰہُ حَفَظَۃُ ذُنُوْبَہٗ وَاَنْسَی ذٰلِکَ جَوَارِحَہٗ وَمَعَالِمَہٗ مِنَ الْاَرْضِ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعضاء کو بھی گناہ بھلا دیتے ہیں اور زمین کے ٹکروں کو بھی بھلا دیتے ہیں۔

حَتّٰی یَلْقَ اللّٰہُ وَلَیْسَ عَلَیْہِ شَاھِدًا مِّنَ اللّٰہِ بِذَنْبٍ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے گناہوں کی گواہی دینے والا کوئی بھی نہیں ہوتا۔

علمی نکات:

یہاں پر طلباء کے لئے ایک دو علمی نکتے:

دنیا کی عدالت میں اگر کسی پر جھوٹا مقدمہ کر دیا جائے اور کیس کی پیروی سے پتہ چل جائے کہ مقدمہ جھوٹا تھا تو عدالت کہے گی: ہم نے باعزت بری کر دیا۔ آپ کہیں جناب ریکارڈ ختم کریں! وہ کہیں گے کہ ریکارڈ تو ختم نہیں کر سکتے، یہ تو رکھیں گے، ساری عمر ریکارڈ رہے گا کہ مقدمہ ہوا تھا۔ حالانکہ جھوٹا تھا مگر عدالت ریکارڈ ختم کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھو! ایک بندہ مجرم تھا، گناہ کیا تھا، رحم کی اپیل کر دی...... میرے اللہ! میں نادم ہوں، شرمندہ ہوں، میری توبہ قبول کر لیجئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں پروردگار رہوں، فقط باعزت بری ہی نہیں کرتا، میں اس کا ریکارڈ بھی نامہ اعمال سے ختم کر دیتا ہوں۔

اب یہ نامہ اعمال سے ختم کرنے میں کیا حکمتیں ہیں؟ ذرا توجہ سے سنئے،

پہلی بات، اگر نامہ اعمال میں گناہ ہوتے مگر لکیر پھیر دی جاتی تو قیامت کے دن ہر مومن اپنا نامہ اعمال دوسروں کو پڑھوائے گا، کہے گا: میرے نامہ اعمال کو دیکھو،

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ○ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ○ (الحاقة:20-19) دیکھو میرے نامہ ءاعمال کو، مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب کتاب ضرور ملے گا۔

تو نامہ اعمال اس نے اپنے قریبی لوگوں کو دکھانا تھے، رب کریم نے فرمایا: اے میرے بندے! جو گناہ تو کر بیٹھا، اگر اس پر نشان بھی کاٹے کا لگا دیں، لکیر بھی لگا دیں، تب بھی اگر کوئی تیرا نامہ اعمال دیکھے گا، اسے پتہ تو چلے گا نا کہ میاں! کرتوت کچھ کئے تھے مگر معاف کر دیا گیا۔ میرے بندے معافی مانگنے کے بعد یہ بھی تیری ذلت ہے، میں تجھے اس ذلت سے بھی بچا دیتا ہوں، میں سرے سے گناہوں کو تمہارے نامہ اعمال سے نکال دیتا ہوں، کسی کو پتہ نہیں چلے گا گناہ کئے تھے یا نہیں۔

دوسری بات یہ کہ نامہ اعمال سے تو گناہ ختم کر دیئے مگر فرما رہے ہیں: انسی اللہ حفظه ''اللہ بھلوا دیتا ہے'' گویا گناہ اللہ مٹاتے ہیں، اللہ بھلواتے ہیں، بھئی یہ کام تو فرشتوں سے بھی کروا سکتے تھے۔ دنیا کے حاکموں نے کام کروانا ہو تو کلرکوں سے کرواتے ہیں، بھئی یہ کام کرو! یہاں رب کریم فرشتوں سے نہیں فرما رہے کہ یہ کام کرو! فرماتے ہیں: ہم مٹاتے ہیں، ہم بھلاتے ہیں۔ ہم تمہارے عملوں کو معاف کرنے اور بھلانے کا عمل اسلئے کر رہے ہیں کہ اگر فرشتوں سے یہ کام لیتے، کل تمہارے نامہ اعمال کو دیکھ کر فرشتے یہ جانتے ہوتے کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ ہم نے ان کے کرتوتوں کو مٹایا ہوا ہے۔ تمہیں فرشتوں کا احسان مند ہونا پڑتا، یا فرشتوں کا طعنہ سننا پڑتا، تم نے میرے ساتھ دوستی کر لی، نہ تمہیں فرشتوں کا طعنہ

سننا پڑے گا نہ تمہیں احسان مند ہونا پڑے گا۔ میں پروردگار تمہارے گناہوں کو خود مٹاتا ہوں۔ اتنا کریم آقا۔ اللہ اکبر کبیرا!

توبہ کے لیے جامع دعا:

اس لئے فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہ سے توبہ کرے تو اللہ رب العزت سے دعا مانگے کہ

وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْلَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا (البقرہ: 286)

وَاعْفُ عَنَّا، اے اللہ! ہمارے گناہوں کے آثار مٹا دیجئے، ہمارے قبیح اعمال کو ڈھانپ دیجئے، تاکہ کل قیامت کے دن، ہماری رسوائی نہ ہو۔

وَاغْفِرْلَنَا اور اچھے اعمال کو لوگوں پر ظاہر کر دیجئے، تو واعف عنا سے گناہ مٹا دیجیئے اور وا غفر لنا سے نیک اعمال کو لوگوں پر ظاہر بھی فرما دیجئے۔

اس کے بعد ایک عجیب بات فرمائی! فرمایا: کہو! وَارْحَمْنَا اللہ ہم پر رحم بھی فرما دیجئے۔ یہ وارحمنا کیوں لے کر آئے؟ اس لئے کہ بیٹے سے اگر باپ ناراض ہو، خرچہ پانی بھی بند کیا ہو، بولنا بھی چھوڑا ہوا ور بیٹا آ کر ابو کے پاؤں پکڑ لے تو باپ اس سے راضی ہو کر معاف بھی کر دیتا ہے اور پھر اس کے خرچے بھی جاری کر دیتا ہے، بلکہ جیب خرچ بڑھا دیتا ہے کہ تم نے معافی مانگ لی۔

تو یا اللہ! گناہ کئے تھے، آپ کی رحمتیں نازل ہونا بند ہو گئی تھیں، اب تو ہم نے معافی مانگ لی، یا اللہ! ابا کو منالیں جیب خرچ شروع ہو جاتا ہے، اب تو ہم نے ربا کو منا لیا، اب آپ بھی ہمارا جیب خرچ شروع کر دیجئے، کون سا جیب خرچ؟ وارحمنا والا جیب خرچ۔

چار انعامات:

مفسّرین نے لکھا کہ وارحمنا کے تحت بندے کو چار انعام ملتے ہیں:

پہلا انعام:

پہلا انعام توفیقِ عبادت، جو گناہوں کی وجہ سے چھن گئی تھی۔ اللہ رب العزت توبہ کے بعد عبادت کی توفیق دوبارہ عطا فرما دیتے ہیں۔ گناہوں کے سبب عبادت کی توفیق چھن جاتی ہے، نماز پڑھنی مشکل، تلاوت مشکل، تہجّد مشکل۔ وہ جو توفیق چھن گئی تھی، فرمایا: اب تم نے صلح کر لی، میرے دوست بن گئے، لہٰذا اب ہم تمہیں پھر توفیقِ عبادت دے دیتے ہیں۔

دوسرا انعام:

فرمایا کہ گناہوں کے سبب تمہیں رزق میں بے سکونی تھی، مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ:124) اب ہم سکون والی روزی دے دیتے ہیں، فراخ روزی دے دیتے ہیں، پرسکون روزی لو اور اس سے نیک اعمال کرو، اللہ کے راستے میں جاؤ اور اس سے خوب میرے گھر کا دیدار کرو۔ اس لئے کہ اب تمہیں خرچہ مل گیا۔ خرچہ ملنے کے بعد اب تم حج عمرے کرو، نمازیں پڑھو، میرے محبوب کے در پر حاضری دو۔ تم کہتے تھے نا کہ

شنے روضے تا چہ زے مدینے تا چہ زے

گنبدِ خضراء کی طرف جب آپ جائیں، مدینہ کی طرف جب آپ جائیں۔

اللہ اپنے محبوب کا گھر دکھا دیں، مگر گھر کیا دیکھنا؟ اب میں دے دیتا ہوں، کرو ذرا میرے گھر کا سفر! آؤ میرے گھر! یا اللہ! آپ کتنے کریم ہیں! بندے پر اتنی مہربانی فرماتے ہیں۔

تیسرا انعام:

تیسرا انعام میں یہ دوں گا کہ بے حساب تمہارے گناہوں کی مغفرت فرما دوں گا، بے حساب جنت میں داخلہ۔ یا اللہ! یہ بے حساب کیسے ہو گیا؟ س بات کو سمجھیں۔ ہم نے ایک مرتبہ حج کے سفر میں ایئر پورٹ پر دیکھا۔ جو وہاں کسٹم والے ہوتے ہیں وہ ہر سامان کو چیک کر کے چاک کا نشان لگاتے ہیں، جب ہم گئے تو ان کو ہماری مسکین صورت پر رحم آ گیا۔ ٹرالی کے اوپر سامان تھا، انہوں نے کسٹم کا نشان لگا دیا۔ کہتا ہے: جاؤ بھئی! یا اللہ! جنت میں بے حساب ایسے ہی جائیں گے نا؟ اگر دنیا والے چاک کا نشان لگا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن نشان لگا دیں گے، جاؤ! بے حساب کتاب جنت میں۔

چوتھا انعام:

فرمایا کہ دخول جنت تمہارے لئے آسان فرما دیں گے۔ دخولِ جنت کیسے آسان؟ حدیث پاک میں بڑا عجیب مضمون آتا ہے! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک بندے کو بلائیں گے، اس کے گرد رحمت کا ایک پردہ تان دیں گے اور پھر اس بندے کے تمام زندگی کے بڑے بڑے گناہ گنوائیں گے۔ کذا و کذا تو نے یہ کیا اور یہ کیا؟ جی یا اللہ! کیا۔ یہ بھی کیا؟ یہ بھی کیا۔ یہ بھی کرتے تھے؟ جی، یہ بھی کرتے تھے؟۔ اتنے گناہ گنوائیں گے کہ وہ بندہ دل میں سوچے گا کہ آج میں جہنّم کی آگ سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ فرمائیں گے: اچھا! تو نے گناہ تو کئے مگر مجھ سے دعائیں مانگتا تھا، نیک بننے کی کوشش بھی کرتا تھا، ہم نے تیری ان کوششوں کو قبول کر کے تیرے سارے گناہوں کو تیری نیکیوں میں تبدیل کر دیا۔ پھر جو رحمت کا پردہ ہٹے گا، ساری مخلوق دیکھے گی، اس بندے کے نامہء اعمال میں کوئی بھی گناہ نہیں۔ لوگ سوچیں گے یہ انبیاء میں سے کوئی نبی ہے یا صدیقین میں سے ہے، جس نے زندگی میں کبھی کسی گناہ کا ارتکاب ہی نہیں کیا۔ اللہ ایسے بندے کو فرمائیں گے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

تو وارحمنا کے تحت اللہ یہ سب نعمتیں دیں گے اور پھر آخر پر فرمایا:

اَنْتَ مَولٰنَا اَنْتَ سَیِّدُنَا وَ مَالِکُنَا وَمُتَوَلَّی الْاُمُوْرِ

دیکھو ایک دعا سکھا کے اللہ نے کتنی آسانیاں بندے کے اوپر فرمائیں، کتنی رحمتیں فرما دیں!

ماسٹر پیس کیسے ہوتے ہیں؟

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی اصلاح کی کوشش کریں، اپنے اعمال سنواریں۔ ہم جب سنور جائیں گے، اللہ ہمیں دین کی اشاعت کا ذریعہ بنائیں گے۔ جدھر سے گزر جائیں گے، لوگ شکلیں دیکھ کر کلمہ پڑھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ نے ایک مرتبہ بنگال کا سفر کیا۔ سات لاکھ انسانوں نے کلمہ پڑھا، ستر لاکھ گناہگاروں نے ان کے ہاتھ پہ بیعت توبہ کی۔ جیسے کوئی کاریگر ماسٹر پیس بنا دیتا ہے نا! لوگوں کو دکھاتا ہے لوگوں کو کیسا ہے؟ جو اللہ کا بن جاتا ہے۔ اللہ اس ماسٹر پیس کو ساری دنیا کے اندر پہنچا دیتا ہے، دنیا کے لوگوں کو دکھا دیتا ہے کہ دیکھو! تم بھی تو آج کے دور میں ایسے بن سکتے ہو؟ پھر اللہ بندے کے لئے راستے کھول دیتے ہیں۔ پھر ہم دین کا کام کریں اور اپنی زندگیاں دین کے لئے خرچ کریں۔

یاد رکھنا! آج کے دور میں انسان دین پر زندگی گزارے، دین کی اشاعت کرے، وہ اللہ کا محبوب ہے، اس لئے کہ آج کے دور میں دین یتیم ہو چکا ہے۔ یاد رکھنا کہ جس طرح حلیمہ سعدیہ نے یتیمِ مکہ کو سینے سے لگایا تھا، اللہ نے اس کے گھر کو رحمتوں سے بھر دیا تھا، ہم اس دین کو سینے سے لگائیں گے، اللہ ہمارے گھروں اور مدارس کو رحمتوں سے بھر دیں گے۔ مخلوق کے دلوں میں ایسی محبّتیں ڈال دیں گے کہ آنے والے وقتوں میں لوگ ہماری قبروں سے لپٹ کر رویا کریں گے۔ اللہ ہمیں اپنی زندگی میں اپنے آپ کو سنوارنے والی محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مومن کے پاس اپنے گناہوں کی شرمندگی کا جو

رونا ہے، یہ بڑی نعمت ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کی آنکھ سے جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے آنسو نکلتا ہے، وہ اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہوا کرتا ہے۔ ایک پنجابی صوفی شاعر فرماتے ہیں:

جیہڑا لطف ہے رووَن اندر او وِچ بیان نہ آوے
رونا دل دی میل اتارے نالے روٹھڑے یار مناوے
تے یادِ خدا وِچ رووَن والا کدے دوزخ وِچ نہ جاوے

اللہ ہمیں اپنی یاد میں رونے کی سعادت عطا فرمائے، قیامت کے دن کی ذلت سے محفوظ فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ